سلسلہ قادریہ محمودیہ کے اسباق کی متابعت اصطلاحاتِ تصوف کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

Teaching of Qadriyya Mahmoodiyah series of following in the light of Sufism terms An Analytical Study

علامہ اکرام ولی *

پروفیسر ڈاکٹر رشاد احمد سلجوق **

ABSTRACT

Islamic mysticism is one of the famous and important Corrective Movement, which has different ṭuruq or "orders. Order of Qadriyya Mahmoodiyah is one of these Turuq which has some specific Adhkar / Sufi ritual for recitation like other Turuq.In this article the sequence of the these Adhkar is discussed in the light of Islamic mysticism. This study will help the scholars to understand the Order of Qadriyya Mahmoodiyah and elaborate the importance of this Sufi ritual and also the sequence among the Adhkar.

Key words: *Sufism, Islamic mysticism, Qadriyya Mahmoodiyah, Adhkar.*

---

* لیکچرار شیخ زاید اسلامک سنٹر یونیورسٹی آف پشاور

** ڈائریکٹر شیخ زاید اسلامک سنٹر یونیورسٹی آف پشاور

گزشتہ چند صدیوں سے مغرب میں مساوات مرد وزن یا حقوقِ نسواں کا نعرہ وقتاً فوقتاً مختلف تحریکوں کی اللہ تعالی کے فرمان "بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ"[۱] کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے تعلیم قرآن کا فریضہ باحسن وجوہ انجام دیا، چنانچہ اللہ تعالی نے آپ کے اس فریضہ کی انجام دہی یوں بیان فرمادی کہ "وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ"۔[۲]

علاوہ ازیں تین ایسے علوم جس کے لئے آپ نے افراد سازی فرمائی اور اصولی طور پر وہ علوم ان تک منتقل فرمادیئے وہ مرکزی علوم حدیث، فقہ اور تصوف ہیں۔[۳]

نبی کریم ﷺ تلاوت آیات اور تعلیم کتاب وحکمت کے ساتھ اپنے جان نثار شاگردوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایسی عظیم الشان تربیت کی اور تزکیہ باطن کے وہ نمونے پیش کئے، کہ رہتی دنیا تک اس کی نظیر نہیں مل سکتی، لہٰذا دین کے جو احکام ظاہر سے متعلق ہیں چاہے وہ اوامر ہوں جن کا اللہ تعالی نے حکم دیا ہے جیسے نماز، روزہ، زکوۃ، حج، جہاد، کسب حلال وغیرہ یا نواہی ہوں جن سے اللہ نے روکا ہے جیسے زنا، چوری، ڈاکہ، شراب نوشی، حرام خوری وغیرہ۔ ان سے علم فقہ میں بحث کی جاتی ہے یہ احکام اصولاً کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ ہی سے ثابت ہیں۔ اور اس دین کے جو احکام انسان کے باطن سے متعلق ہیں چاہے اوامر ہوں جن کے کرنے کا اللہ تعالی نے حکم دیا ہے مثلاً صبر، شکر، تقویٰ، اخلاص، رضاء وغیرہ۔ یا نواہی ہوں جن سے اللہ تعالی نے روکا ہے جیسے تکبر، غضب، حرص، حسد، ریاء وغیرہ ان سے علم تصوف میں بحث کی جاتی ہے یہ احکام بھی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ ہی سے ثابت ہیں اس تصوف کو سلوک اور فقہ باطن کہا جاتا ہے۔

چنانچہ نیکلسون اپنی کتاب میں اسلامی تصوف کے متعلق لکھتے ہیں:

"A part from the fact that Sufism like every other religion movement in Islam, has its roots in the Quran and Sunnah and cannot be understand unless we study it from the source upwards"[4]

ترجمہ: درحقیقت اسلام کی دیگر دینی تحریکات کی طرح تصوف کا ماخذ بھی قرآن وسنت ہے، اس کی حقیقت سمجھنے سے ہم اس وقت تک قاصر ہی رہیں گے جب تک ہم اس کے بنیادی مصادر تک رسائی حاصل نہ کریں۔

۱۔ القرآن: المائدۃ، ۶۷

۲۔ البقرۃ: ۱۲۹

۳۔ الطوسی، ابی عبد اللہ بن علی بن السراج، اللمع فی تاریخ التصوف الاسلامی، مترجم شاہ محمد چشتی ط ۲۰۱۸ء ادارہ پیغام القرآن ص ۴۵

۴۔ Nicolson,The idea of personality in Sufism.Lahore 1964.P-4

تصوف کا اصل موضوع اور مقصود یہ ہے کہ بندہ باطن کے اچھے اخلاق یعنی اخلاق حمیدہ اور صفات حسنہ کو اپنے اندر پیدا کرے اور باطن کے برے اعمال یعنی صفات ذمیمہ اور اخلاق رذیلہ کو اپنے اندر سے دور کرے اور ہرگز ان کے مقتضاء پر عمل نہ کرے۔

جس طرح تعلیم کتاب اور تدوین شریعت کا یہ سلسلہ صحابہ کرام کی حمایت سے آگے منتقل ہوتا چلا آیا ہے ،اسی طرح تزکیہ باطن اور تربیت روحانی کا طریقہ بھی صحابہ کرام نے نبی کریم ﷺ سے سیکھ کر آئندہ نسلوں کو پہنچایا اور مختلف ادوار اور تقاضوں کے مطابق تدوین حدیث وفقہ کی طرح تزکیہ وتربیت کے پہلو کی تدوین بھی منظم شکل میں سامنے لائی گئی،اسی تسلسل سے چار بڑے سلسلے ارتقائی ادوار سے گزرتے ہوئے ہمارے ہاں رائج اور مقبول ہوگئے، جنہیں سلسلہ قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ اور چشتیہ کہتے ہیں۔ تمام سلاسل تصوف اس بات پر متفق ہیں کہ سلاسل کا اصل مقصود اللہ کی رضاء کا حصول ہے جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے حاصل ہوتی ہے۔ تمام سلاسل اخلاق فاضلہ کی تکمیل پر زور دیتے ہیں، اور اس مطلوب کو حاصل کرنے کے لئے مزاج اور طبائع کے اختلاف کی وجہ سے مختلف طریقے اور متعدد ذرائع اختیار کرتے ہیں۔[۱]

"سلسلہ قادریہ غفوریہ محمودیہ" کے تفصیلی ذکر سے پہلے مشہور سلاسل تصوف کا اجمالی بیان ضروری ہے، اسی کو پیش کیا جارہا ہے۔

سلسلہ نقشبندیہ:

یہ سلسلہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے، مختلف ادوار میں اس کے مختلف نام رہے ہیں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لے شیخ بایزید بسطامی کے دور تک اسے "صدیقیہ" کہا جاتا تھا اور بایزید بسطامی سے خواجہ عبد الخالق غجدوانی تک "طیفوریہ" اور خواجہ عبد الخالق سے خواجہ بہاء الدین نقشبند تک "خواجگانہ" کہلاتا تھا، اور حضرت خواجہ نقشبندؒ سے امام ربانی مجددؒ تک کے زمانے سے "نقشبندیہ مجددیہ" کہلاتا ہے۔[۲]

سلسلہ نقشبندیہ خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری متوفی ۷۹۱ء کی طرف منسوب ہے۔[۳]

۱۔ مولانا اللہ یار خان دلائل السلوک ص ۲۸۴، ۲۸۵

۲۔ محمد نور بخش، تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ناشر نوری بک ڈپو لاہور ص ۷۲

۳۔ معین الدین، خواجہ معین الدین چشتی، مکتبہ نبویہ، لاہور ۱۹۷۷ء، ص ۶

سلسلہ چشتیہ:

سلسلہ چشتیہ کی ابتداء دیگر روحانی سلسلوں کی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہوئی اور پھر یہ سلسلہ اولیاء نامدار اور مشائخ کبار کے ذریعے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔اس سلسلے کے حقیقی بانی حضرت خوجہ ابو اسحاق شامی چشتی ہیں۔بر صغیر پاک وہند میں طریقہ چشت کے بانی حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ ہیں کیونکہ حضرت خواجہ صاحب چشت کے رہنے والے تھے اس لئے آپ چشتی کہلائے۔اور آپ کارائج کردہ طریقہ تصوف بھی چشتی مشہور ہو گیا۔[۱]

سلسلہ سہروردیہ:

سلسلہ سہروردیہ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی طرف منسوب ہے۔

شیخ شہاب الدین اوائل ماہ شعبان ۵۳۹ھ زنجان کے مضافات میں واقع قصبہ سہرورد میں پیدا ہوئے یہ گمنام مقام آپ کی بدولت دنیا بھر میں مشہور ہو گیا اور اسی نسبت سے اس سلسلے کو سہروردیہ کہا جاتا ہے۔

آپ کو حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ سے فیض طریقت حاصل تھا شرف بیعت حاصل نہ تھا ور نہ آپ کا سلسلہ طریقت قادریہ کہلاتا نہ کہ سہروردیہ آپ کے شیخ خرقہ آپ کے عم محترم شیخ ابو النجیب عبد القاہر سہروردیؒ قدس سرہ تھے۔[۲]

سلسلہ قادریہ:

سلسلہ قادریہ دیگر سلاسل طریقت کی طرح بھی اپنے بانی سلطان الاولیاء شیخ سید ابو محمد محی الدین عبد القادر جیلانیؒ کی طرف منسوب ہے۔یہ سلسلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذریعے سے آپ ﷺ سے ملتا ہے۔[۳]

سلسلہ قادریہ کی ابتدا:

سلسلہ قادریہ دوسرے سلسلوں کی بنسبت بعض وجوہات سے بالکل مختلف ہے اور یہ اختلاف اشغال کی وجہ سے ہے، قادریہ سلسلے میں بہت زیادہ رواداری پائی جاتی ہے،اس کے قواعد وضوابط میں کسی قسم کی انتہاء پسندانہ شدت نہیں پائی جاتی ہے۔[۴]

۱۔سندھی،عبد المجید،پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں،سنگ میل پبلیکیشنز لاہور۔۱۹۹۴ء ص ۲۱۹

۲۔سہروردی،شہاب الدین،عوارف المعارف،ص ۲۲۰

۳۔جیلانی،شیخ عبد القادر،غنیۃ الطالبین،مترجم مولانا الحاج کریم بخش،الفیصل ناشران وتاجران کتب،لاھور،ص ۵

۴۔اردو دائرۃ المعارف الاسلامی،دانش گاہ پنجاب لاہور،ج ۱۶،۱۹۷۷ء

یہ سلسلہ پانچویں صدی کے وسط میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ (م ۵۶۱ھ / ۱۱۶۶ء) سے شروع ہوا۔[۱]
چنانچہ ڈاکٹر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں:

"اگر امام غزالی نے علمی حیثیت سے تصوف کو ایک مستقل فن بنانے کی خدمت انجام دی تو پیران پیرؒ نے عملی اعتبار سے اس تحریک میں جان ڈال دی ہے۔"[۲]

اس زمانے میں جب آپ نے جدوجہد شروع کی تو ہر جگہ باطنیہ اہل بیت کے نام پر لوگوں کو گمراہ کرنے میں لگے تھے، اور سادہ لوح لوگوں سے کہتے تھے کہ آپ کے عمائدین اور قائدین میں اہل بیت میں سے کوئی نہیں اگر کوئی ہے تو ہمارے عقائد کی تردید کے لئے سامنے آجائے، تردید کے بعد ہم تسلیم کرلیں گے۔ سادہ لوح مسلمان ان باتوں میں آجاتے اور ان کی پیروی کرلیتے تھے۔[۳]

آپؒ چونکہ خود نجیب الطرفین سید تھے اس لئے آپ کی تشریف آوری سے اسماعیلیوں کی تحریک ناکام ہوگئی، کیونکہ وہ یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ اہل بیت میں سے کوئی ہماری تردید کرنے والا نہیں، چنانچہ آپؒ کی ذات کے بعد کسی کو بھی یہ جرات نہ ہوئی کہ وہ اہل بیت اور بنو فاطمہ کا نام لے کر کسی کو گمراہ کرسکے۔[۴]

الغرض یہ وہ وجوہات تھے جس کی وجہ سے شیخ نے ایک تحریک دعوت و تبلیغ کی بنیاد رکھی اور بعد میں وہ سلسلہ قادریہ کے نام سے موسوم ہوا اور ہر میدان پر اسماعیلیوں کی تمام تحریکات کا مقابلہ کیا۔
مصنف "شاہ جیلان بے مثال" لکھتے ہیں کہ:

"سلسلہ قادریہ کی تنظیم نے اس معاملہ کو انتہاء تک پہنچادیا۔ قادری درویشوں نے ہر جگہ اسماعیلی داعیوں کا تعاقب کیا اور لوگوں کو معرفت الٰہی کے ٹھنڈے اور میٹھے پانی سے سیر اب کرکے فریب سے محفوظ کردیا۔ قادری درویش مراکش تیونس سے لیکر ہندوستان اور چین تک پھیل گئے ہر جگہ اس کا سامنا اسماعیلی داعیوں سے ہوا لیکن روشنی کے سامنے اندھیرا کیسے

۱۔ محمد حسین، ڈاکٹر، حضرت خواجہ سلیمان تونسوی اور ان کے خلفاء، اسلامک بک فاؤنڈیشن، لاہور، ص ۳۶
۲۔ نظامی، خلیق احمد ڈاکٹر، تاریخ مشائخ چشت، دار المؤلفین اسلام آباد، ص ۱۰۳
۳۔ بخاری، سید غلام مصطفیٰ، شاہ جیلان بے مثال مبلغ اسلام، ادارہ تعلیمات مجددیہ، لاہور ص ۱۰۴
۴۔ ایضاً ص ۱۱۰

ٹھہر سکتا اسماعیلی اپنے خول میں سمٹنے پر مجبور ہوگئے، ان کی تبلیغی سرگرمیاں ختم ہوگئیں اور وہ ایک نسلی فرقہ کی حیثیت سے بمشکل اپنے آپ کو باقی رکھے ہوئے ہیں۔"[۱]

سلسلہ قادریہ کی نشو ونماء اور فضیلت:

حضرت شاہ ابو المعالی لکھتے ہیں کہ:

حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ مختلف اوقات میں متعدد علوم کا درس دیا کرتے تھے اور آپؒ کو ان تمام علوم پر دسترس حاصل تھا، صبح سے لیکر زوال تک تو تفسیر وحدیث کا درس ہوا کرتا تھا، اس میں قرآن کے مطالب، معانی اور مفاہیم شاندار طریقے سے سمجھاتے تھے، اور ظہر کے بعد فقہ، اصول اور ادب کے محافل میں درس دیتے تھے۔[۲]

پیران پیرؒ نے عملی اعتبار سے اس تحریک میں جان ڈال دی۔ پیران پیر کی تعلیم سے افغانستان اور اس کے قرب وجوار میں ایک زبردست دینی اور اصلاحی انقلاب آیا، پیران پیر کے وعظ بڑے پر تاثیر ہوتے تھے۔ آپ کے دو مجموعے "فتوح الغیب" اور "فتوح ربانی" اب بھی دستیاب ہیں۔ اسی طرح اس کے علاوہ مشہور تصانیف میں "غنیۃ الطالبین" اور "الفیوضات الربانیۃ" بھی ہیں۔[۳]

آپ کے بہت سارے شاگرد اور خلفاء اس طرح تربیت پاکر مختلف ممالک کی طرف نکل گئے اور دنیا کے تقریباً ہر حصے میں پھیل گئے ، چنانچہ ہندوستان، افغانستان، ایران، ترکی، چین، شام، مصر، حجاز، آرمینیا، ایشائے کوچک، فلسطین، بحرین، عراق، نجد، تیونس، مراکش، اسپین وغیرہ اس میں شامل ہیں۔ اس طرح دنیا کے ہر کونے میں قادری سلوک کا سکہ تلامذہ، مریدین اور رفقاء کی وجہ سے چل پڑا۔[۴]

اس کے علاوہ آپ کی اولاد واحفاد نے ایشیاء اور افریقہ میں یہی سلسلہ اصلاح جاری کیا اور وہاں عظیم الشان خدمات انجام دیں۔[۵]

یہی وجہ ہے کہ اس سلسلے کو بنسبت دوسرے روحانی سلاسل بہت ترقی ملی چنانچہ عبد الماجد دریا آبادیؒ پیران پیرؒ کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

۱۔ ایضاً ص ۱۱۰

۲۔ قادری، سید خیر الدین ابو المعالی، تحفہ قادریہ، ص ۸۹

۳۔ نظامی، خلیق احمد ڈاکٹر، تاریخ مشائخ چشت، دار المؤلفین اسلام آباد، ص ۱۰۵

۴۔ شاہ مراد، سیرت غوث اعظم۔ ص ۸۸

۵۔ غلام سرور، خزینۃ الاصفیاء ج ۱، ط ثمر ہند لکھنو، ص ۱۱۵

"اگر یہ سوال کیاجائے کہ صوفیائے کرام کے سارے سلسلوں میں شہرت عام اور مقبولیت انام سب سے زیادہ کس کے حصے میں آئی ہے ؟ تو عجب نہیں کہ متفقہ طور پر نام حضرت شیخ جیلانیؒ کا زبانوں پر آکر رہے گا دوسرے بزرگوں کے حلقے پھر محدود ہیں"[۱]

پھر اسی تسلسل سے یہ تحریک ترقی کی طرف گامزن رہی اور متعدد ادوار میں کچھ زیادات اور اضافات کی وجہ سے قادریہ کے مختلف شاخوں سے موسوم ہوئی۔

ہندوستان میں بھی مشائخ طریقت نے سلسلہ قادریہ کی اشاعت کی اور اسی نسبت سے سلسلے کو مخصوص ناموں سے پکارا گیا۔

ہندوستان میں چند رائج سلسلہ قادریہ کے ذیلی شاخوں کے نام درجہ ذیل ہیں۔

قادریہ عنایتیہ قدوسیہ درویشیہ، قادریہ رسول نمائیہ، قادریہ فاضلیہ، قادریہ نظامیہ رزاقیہ، قادریہ عظیمیہ، قادریہ مصطفائیہ، قادریہ حسنیہ عملیہ، قادریہ برکاتیہ رضویہ۔

پاکستان میں بھی "سلسلہ قادریہ" کو عروج دینے کے لئے مشائخ طریقت نے بہت محنت کی ہے اور اس کی نشرواشاعت کے لئے اہم کردار ادا کیا ہے۔[۲] اور کئی ذیلی شاخیں یہاں بھی موجود ہیں تاہم یہاں پر سلسلہ قادریہ غفوریہ محمودیہ کے متعلق کچھ تفصیلات ذکر کی جائی گی۔

"سلسلہ قادریہ غفوریہ محمودیہ" اس سلسلہ کو غفوریہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اخون عبد الغفور صاحب المعروف سیدو باباؒ نے سالکین کے لئے اپنی اجتہادی ذوق کی وجہ سے سلسلہ کے اسباق میں چند چیزوں کا اضافہ فرمایا آپ کی وجہ سے اس سلسلہ کو قادریہ غفوریہ کہا جانے لگا۔ پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالی نے حضرت صندل باباجیؒ کی وجہ سے "سلسلہ قادریہ غفوریہ" کو بہت ترقی دی، اسی مناسبت سے پھر "سلسلہ قادریہ غفوریہ محمودیہ "مشہور ہو گیا۔[۳]

سلسلہ قادریہ کو اللہ تعالی نے بہت زیادہ مقبولیت دی ہے۔ اور اس کا اندازہ ان عبارات سے لگایا جاسکتا ہے جو متفقہ طور پر اکابر سے منقول ہیں، چنانچہ شہزادہ صاحب سلسلہ قادریہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

۱۔ دریا آبادی، عبد الماجد، تصوف اسلام، اسلامک بک فاؤنڈیشن، لاہور ص ۷۷

۲۔ قادری، صاحبزادہ فرید الدین، سندھ کے اکابرین قادریہ کی علمی و دینی خدمات، ص ۱۴۵

۳۔ راہ وفا، اشاعت خاص حضرت اقدس ولی احمد سنڈاکئے ملا صاحبؒ، جولائی ۲۰۰۴، ص 57

"وہ شخص اعلٰی ہوگا جس کا استاد اعلی ہوگا اور جس پر استاد کی روحانی وجسمانی عنایت زیادہ ہوگی وہ زیادہ افضل ہوگا اور جس پر رسول اکرم ﷺ کی نظر عنایت ہے وہ تمام میں بہتر اور برتر ہوگا، اور جو بزرگان عظام ان تمام سلسلوں سے زیادہ بہتر اور مہتر ہیں وہ مرید ان سلسلہ قادریہ ہیں، قادری سلسلہ کے اولیاء مشائخ ہیں، کیونکہ اس سلسلہ کے استاد کو اللہ نے فضیلت دی ہے۔ اور سلسلہ قادریہ کے مرشد برحق اور استاد وغوث الثقلین شاہ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ ہیں، شیخ میاں میر فرماتے ہیں کہ قدمی ھذاعلٰی رقبة کل ولی اللہ" کا معنی ہے کہ میرا سلسلہ تمام سلسلوں سے بلند اور اعلٰی ہے اور قدم سے مراد طریقہ ہے، تمام اولیاء کا گردنیں جھکانا طریقہ قادریہ کی برتری کو قبول کرنا ہے"[۱]

اس طرح شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ اپنی کتاب "اخبار الاخیار فی اسرار الابرار" کے آخر میں رقم طراز ہیں کہ:

"میرا مرکز اعتماد ان صاحب قدم پر ہے جو مالک رقاب اولیاء ہیں اور کوئی ایسا نہیں جو ان کی خدمت میں اپنے سر کے بل نہ جائے اور ان کی قدموں پر اپنا سر نہ رکھے۔"[۲]

مذکورہ عبارات سے معلوم ہوا کہ سلسلہ قادریہ کو سب سلسلوں پر فضیلت حاصل ہے، اور اس سلسلہ کے مریدین بھی دیگر روحانی سلاسل سے وابستہ سالکین پر فوقیت رکھتے ہیں، اسی مناسبت سے صوفیاء کہتے ہیں کہ سلسلہ قادریہ کے سالکین دیگر سلاسل کی تعلیمات کو اپنے اندر جذب کر لیتے ہیں، اور خود کسی دوسرے سلسلے کی تعلیمات میں جذب نہیں ہوتے، کیونکہ تمام مشائخ طریقت پیران پیرؒ ہی کی فیوضات سے فیض یاب ہوتے ہیں، چنانچہ تصوف کے چار بڑے سلاسل میں سے سلسلہ سہروردیہ جس میں فخر الدین عراقی وغیرہ اور سلسلہ چشتیہ میں خواجہ غریب نوازؒ اسی طرح نقشبندیہ کے مشائخ نے بھی حضرت غوث اعظمؒ ودیگر مشائخ سلسلہ قادریہ سے اکتساب فیض کیا ہے۔[۳]

ملاکنڈ میں مشائخ سلسلہ قادریہ غفوریہ محمودیہ:

تمام روحانی سلاسل کے مشائخ نے اپنے ادوار میں دنیا کے کونے کونے میں جا کر دین اسلام کا نعرہ بلند کیا ہے اور اس کے لئے متعدد قربانیاں دی ہیں، اور پھر خاص طور پر سلسلہ قادریہ کے بزرگوں نے جو خدمات انجام دی

۱۔ شہزادہ محمد داراشکوہ، سکینۃ الاولیاء، مترجم، محمد اکرم رہبر، مکتبہ عالیہ، لاہور، ص۲۹

۲۔ دہلوی، شیخ عبد الحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار فی اسرار الابرار، مترجم مظہر جمال مصطفائی ۲۲۳

۳۔ رضوی، عبد المجتبی، تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ، کشمیر انٹرنیشنل پبلشرز، لاہور ۱۹۸۹ء، ص۱۹

ہیں وہ نمایاں نظر آتے ہیں، اگر صوبہ خیبر پختونخواہ میں سلسلہ قادریہ غفوریہ سے وابستہ شیوخ کی خدمات کا جائزہ لیا جائے تو بندہ حیران رہ جاتا ہے۔ یہاں پر سب کا تذکرہ مشکل بھی ہے اور موجب طوالت بھی البتہ جن کا تعلق سلسلہ قادریہ غفوریہ سے ہیں ان کے ناموں پر اکتفاء کر کے ان کی اصلاحی تحریکات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ جیسے حضرت شیخ محمد شعیب تورڈھیریؒ (م ۱۸۱۶ء)، شیخ اخون شاہ عبد الغفورؒ سیدو شریف (م ۱۸۷۷ء) حاجی فضل واحد المعروف حاجی صاحب ترنگزئیؒ (م ۱۹۳۷ء) اور شیخ ولی احمد المعروف بہ سنڈاکئی باباجیؒ (م ۱۹۳۷ء) شیخ المشائخ حضرت مولانا سید محمود المعروف صندل باباجیؒ (م ۲۰۱۶ء) جنہوں نے سیاسی، سماجی، معاشی اور معاشرتی حالات کو تبدیل کرنے کے لئے انقلابی ذہن رکھا۔ اور ظلم وجبر، استحصال، انسانی اقدار کی پامالی، اور سماجی انقلاب لانے کے لئے عملی جدوجہد کی۔

اس سے پہلے کہ متابعتِ اسباق سلسلہ قادریہ پر بحث کی جائے چند اصطلاحاتِ تصوف کا جاننا لازمی ہے۔ تاکہ متابعتِ اسباق کے سمجھنے میں دشواری نہ ہو۔

اصطلاحات تصوف:

اسباق کی متابعت اور اس کو پے درپے نمبر وار لانا سالک کے مقامات، حالات اور نفس کے درجے ہی پر موقوف ہے۔ اس لئے مذکورہ تناظر میں متابعت اسباق کا تذکرہ کیا جائے گا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی مدنظر رہے کہ تصوف کے مقامات کے نام کوئی منزل من اللہ نہیں، بلکہ ان کی کیفیات کے اعتبار سے مشائخ نے یہ نام دئے ہوئے ہیں، جو تزکیہ کے مراحل و مدارج میں سالک کے کام آتے ہیں۔ اس لئے "رسالہ قشیریہ" میں ان اصطلاحات کے وضع کرنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے شیخؒ رقم طراز ہے ہیں:

> "مخاطب کو سمجھانے میں آسانی ہو یا اس لئے کہ جب یہ الفاظ بولے جائیں تو صوفیاء ان کے معانی کو آسانی سے سمجھ لیں۔"[۱]

اور یہ بات بھی ضرور ملحوظ رکھئے کہ مقامات کے حصول سے مراد کوئی زمانی یا مکانی بعد نہیں، کیونکہ رب لم یزل سے ہماری بُعد نہ مکانی اور نہ زمانی ہے، بلکہ مراد اس بُعد سے بعدِ حالی ہے اور اس حال کا اتنا اثر ہوتا ہے کہ صاحبِ مقامات صوفی صدائے عام دینے لگتا ہے۔

طالب بیا، طالب بیا، طالب بیا تار سانم روز اول باخدا ہر کہ طالب حق بود من حاضرم

۱۔ القشیریؒ، امام ابو القاسم عبد الکریم بن ھوازن، الرسالۃ القشیریۃ، مترجم محمد عبد النصیر بن عبد البصیر، رحمانیہ لاہور، ص ۱۹۷

از ابتداء تا انتہاء یک دم برم[۱]

مقام:

امام ابو القاسم قشیریؒ نے لکھا ہے کہ مقام آداب صوفیاء کے اس منزل کو کہتے ہیں، جسے بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل کرتا ہے، کبھی تصرف کے ذریعے اور کبھی تکلیف اور مشقت سے وہ اس مرتبے تک جا پہنچتا ہے، لہذا معلوم ہوا کہ ہر شخص کا مقام وہ ہے جہاں اس کا قیام ہے اور جس ریاضت کی مشق وہ اس وقت کر رہا ہے۔

اس کے لئے شرط یہ ہے کہ جب تک وہ اس مقام کو پوری طرح حاصل نہ کرے اس درج سے آگے نہ جائے، کیونکہ جب کسی کے ساتھ قناعت نہیں ہے تو اس کا توکل اعلیٰ نہیں ہوتا، اور جس کے توکل میں رسوخ نہ ہو اس کے لئے تسلیم درست نہیں، اس طرح جس نے توبہ نہیں کی، وہ رجوع الی اللہ نہیں کر سکتا، اور جس کے پاس ورع نہیں اس کا زہد درست نہیں ہوتا۔[۲] مذکورہ تسلسل سے اور اعمال بھی ہے جن کی ادائیگی سے ایک دوسرے کو تائید و استقامت بخشی جاتی ہے۔

حال:

حال اس کیفیت کا نام ہے جو سالک کے دل پر بغیر کوشش اور بلا ارادہ طاری ہوتی ہے، مثلاً، بسط[۳]، قبض،

۱۔ سید عبد الودود شاہ، گفتار طریقت، ہائی وژن پبلشرز لاہور، ص ۲۹ -۳۰

۲۔ الرسالۃ القشیریۃ، ص ۱۲۵

۳۔ قبض وبسط:۔ یہ دونوں اہل معرفت کے لئے سادے اور شریف حال ہوتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ جب ان لوگوں کو حالت قبض میں رکھتا ہے تو انہیں جینے کے لئے کھانے، پینے، جائز کام کرنے سے روک دیتا ہے۔ اور جب بسط کی حالت طاری کرتا ہے، تو یہ سب کام کرنے کی اجازت دیتا ہے، اور پھر انہیں اپنی حفاظت میں رکھتا ہے۔

چنانچہ قبض ایک عارف شخص کی اس حالت کا نام ہے جس کے دل میں ہوتے ہوئے اللہ کی معرفت کے علاوہ اس میں کسی اور شے کو فضیلت حاصل نہیں ہوتی۔ جبکہ بسط ایک عارف کی اس حالت کا نام ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو کھلا چھوڑ کر اس کی حفاظت کرتا ہے تاکہ لوگ اس سے اداب سیکھ سکیں چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: واللہ یقبض ویبسط والیہ ترجعون۔ حضرت جنید بغدادیؒ قبض وبسط سے مراد خوف اور رجاء لیتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ رجاء عبادت گزاری کی گنجائش پیدا کرتی ہے جبکہ خوف بدی سے روکتا ہے۔ الطوسی، ابی النصر عبد اللہ بن علی السراج، کتاب اللمع فی تاریخ التصوف الاسلامی، ادارہ پیغام القرآن لاہور ۲۰۰۸، ص ۵۱۷

شوق[1]، بے قراری ہیبت اور احتیاج، الغرض صوفیاء کی اصطلاح میں احوال وہبی ہوتے ہیں اور مقامات کسبی ہوتے ہیں۔ احوال سعی اور کوشش کے بغیر حاصل ہوتے ہیں اور مقامات کے حصول کے لئے جانفشانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ صاحب مقام اپنے مکان پر متمکن رہتا ہے اور صاحب حال اپنے مقام سے ترقی کی راہ پر بھی گامزن ہو سکتا ہے۔[2]

بعض نے احوال کے بقاء ودوام کی طرف بھی اشارہ کیا ہے، ان کے نزدیک جب یہ دائم نہیں ہوتے تو انہیں لوائح[3] کہا جاتا ہے۔ اس حالت کا حامل ابھی تک احوال کو پہنچا بھی نہیں اور جب یہ حقیقت دائم ہوتی ہے تو حال کہلاتی ہے۔

سیر الی اللہ:

سالک جب روحانی امراض کے تخلیہ کے لئے شیخ کامل کی طرف رجوع کرتا ہے، تو صحبت، رابطہ، اور اتباع کے ذریعے صفات ذمیمہ آہستہ آہستہ دور ہو رہی ہوتی ہیں اور اسکا دل بیماریوں سے صاف ہو جاتا ہے، یعنی اس کے نفس

۱۔ شوق: جس چیز کا من وجہ علم ہو اور من وجہ نہ ہو اور اس کو جاننے اور دیکھنے کی خواہش طبعی امر ہو شوق کہلاتا ہے، مبتدی محب کے لئے محبت شوق کی شکل میں ہوتی ہے جیسے بات بات پر رونا وغیرہ اور جب یہ شوق انس میں تبدیل ہو جاتا ہے تو یہی آثار بھی کم ہوتے جاتے ہیں۔ لہذا محبت کے دائرے میں رہنا لازمی ہے۔

یا آسان الفاظ میں قلب کا لقائے محبوب کے لئے جوش میں آنے کا نام شوق ہے، جب رویت حاصل ہو تو جوش میں سکون پیدا ہو جاتا ہے اور اگر سکون حاصل نہ ہو تو پھر صوفیاء کی اصطلاح میں اس کو اشتیاق کہتے ہیں۔ (قادری، محمد عباس، تصوف، مکتبہ رحمن گل پشاور، ص ۲۱۲)

۲۔ القشیریؒ، امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن، الرسالۃ القشیریۃ، مترجم محمد عبد النصیر بن عبد البصیر، رحمانیہ لاہور، ص ۱۲۷

۳۔ لوائح:

اس کیفیت کا نام ہے جو باطن میں غلبے کے لئے ظاہر ہوتی ہے، کیونکہ اس میں ایک قسم کی رفعت اور بلندی پائی جاتی ہے، کیونکہ اس میں سالک کا عروج ہوتا ہے نچلے حال سے اعلیٰ حال کی طرف، چنانچہ جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ: وہ لوگ کامران ہو گئے جن کو اللہ تعالی نے اپنی معرفت کے لئے مختصر راستہ دکھایا، اور ان پر یہ بات واضح کر دی کہ خطاب خداوندی سمجھنے کے لئے جلدی کرو تاکہ میری دعوت کو سمجھ سکو۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں: "وسارعوا الیٰ مغفرۃ من ربکم" "اور دوڑو اپنے رب کی مغفرت کی طرف"

چنانچہ عقل والوں نے اس حکم کو بڑی توجہ اور اطمینان سے قبول کیا تاکہ مغفرت کو علی وجہ الاتم حاصل کر سکیں۔ (القشیریؒ، امام ابو القاسم عبد الکریم بن ھوازن، الرسالۃ القشیریۃ، مترجم محمد عبد النصیر بن عبد البصیر، رحمانیہ لاہور، ص ۵۰۵)

کا تزکیہ ہو جاتا ہے جس طرح ارشاد خداوندی ہے قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا[۱] بیشک جس نے نفس کو پاک کیا وہ کامران ہے۔اور پھر اس کے ساتھ تحلیہ شروع ہو جاتا ہے یعنی سالک کا قلب انوار اور اخلاق حمیدہ سے آراستہ شروع ہونے لگتا ہے، تواضع، حلم، اخلاص، تفویض، حب اللہ وحب النبی اور انابت الی اللہ جیسی صفات پیدا ہو جاتے ہیں، اور جب نفس کی یہ طبیعت بن جاتی ہے تو خود بخود ان صفات میں ترقی کے لئے وہ مختلف قسم کے جائز تدابیر اختیار کر دیتا ہے اور وہی پر اس کی سیر الی اللہ کی تکمیل ہوتی ہے۔اس تکمیل کے بعد سالک علم الیقین اور فناء فی اللہ کے درجے پر فائز رہتا ہے۔[۲]

سیر فی اللہ:

سیر میں دوسرا اور اعلیٰ درجہ سیر فی اللہ ہے جو سیر الی اللہ کے بعد حاصل کیا جاتا ہے، چونکہ سیر الی اللہ کے بعد قلب کے اندر خاص قسم کا ایک نور اور جلاء پیدا ہوتا ہے اور سالک کی کوشش رہتی ہے کہ دل کو ماسوائے اللہ سے فارغ کر دے اس کی بدولت رب لم یزل کی ذات اور صفات نیز حقائق کونیہ اور شرعیہ کے رموز واسرار سالک کے دل پر منکشف ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے قرب الٰہی میں عروج اور تثبت ہوتا رہتا ہے، اور یہی سے عین الیقین[۳] کا راستہ حق الیقین کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اس کو سیر فی اللہ کہتے ہیں جس کی کوئی حد نہیں، ہر ایک شخص اپنی استعداد کے مطابق اس میں سے پالیتا ہے اور یہ سیر موت تک اس طرح جاری رہتا ہے ۔بعض صوفیا نے سیر الی اللہ کے بعد سیر کے تین اقسام اور ذکر کئے ہیں لیکن یہ در حقیقت سیر فی اللہ ہی کے اقسام ہیں جو عروج کے وقت حاصل ہوتے ہیں۔[۴]

لطائف سلسلہ قادریہ:

جسم انسانی میں بعض مقامات اللہ تعالی کے انوارات کا محور اور محبت الہی کا مرکز ہوتے ہیں، صوفیاء کی اصطلاح میں انہی مقامات کو لطائف کہتے ہیں، شیوخ طریقت ان مقامات کے مدارج میں سالکین سے ذکر کراتے ہیں ،اور اسی کی طفیل مذکورہ مقامات سے گناہوں کی کثافت دور ہو جاتی ہے، اور محبت الٰہی سے لبریز اور لطیف ہو جاتے

۱۔القرآن:الشمس:۹

۲۔الحنفی، مولانا میاں فقیر اللہ بن عبد الرحمن، قطب الارشاد، مکتبہ قاسمیہ کوئٹہ، ص۵۶۸۔

۳۔صوفیاء کے نزدیک علم الیقین وہ علم ہے جو دلائل اور براہین سے مزین ہو، اور عین الیقین وہ علم ہے جس میں مزید وضاحت پائی جائے، اور حق الیقین وہ علم ہے جس میں معائنہ ، یا ایسا علم پایا جائے جسے انسان اپنی آنکھ سے دیکھ رہا ہو۔(الرسالۃ القشیریۃ، ص۱۶۳)

۴۔کاکاخیل، شبیر احمد، زبدۃ التصوف، ناشر خانقاہ امدادیہ راولپنڈی، ص،۲۰-۲۴

ہیں، اور پھر اسی انوار کی بدولت سالک رذائل خبیثہ اور صفات مذمومہ سے بچ جاتا ہے اور قرب خداوندی سے سرشار ہو جاتا ہے۔

تمام مشائخ طریقت سے لطائف کا ثبوت منقول ہے، اور فہم سالک کے لئے بکثرت استعمال بھی کئے گئے ہیں۔

مقامات لطائف قادریہ مندرجہ ذیل ہیں:

- لطیفہ قلبی: اس کا مقام بائیں پستان سے دو انگشت نیچے ہے، یہ معرفت کا محل ہے۔
- لطیفہ روحی: اس کا مقام دائیں پستان سے دو انگشت نیچے ہے، یہ محبت کا محل ہے۔
- لطیفہ نفس: اس کا مقام ناف سے چار انگشت نیچے ہے۔
- لطیفہ سری: اس کا مقام قلب اور روح کے درمیان ہے، مابین الصدر، یہ مکاشفہ کا محل ہے۔
- لطیفہ خفی: اس کا مقام پیشانی کے درمیان ہے۔ یا دائیں جانب لطیفہ روح کے اوپر۔ یہ مشاہدہ کا محل ہے
- لطیفہ اخفیٰ: اس کا مقام ام الدماغ ہے۔ یا وسط سینہ، یہ فناء الفناء کا محل ہے۔

بعض صوفیاء نے لطائف کے مقامات میں اختلاف بھی کیا ہے، لیکن اس اختلاف کا مؤثر ہونا ضروری نہیں ہے، کیونکہ مقصود انوار سے مقید ہونا نہیں بلکہ ذکر اللہ پر مداومت اور اس میں ملکہ پیدا کرنا لازمی ہے۔[۱]

مذکورہ تفصیل کے بعد اب متابعت اسباق "سلسلہ قادریہ" کا سمجھنا نہایت سہل ہے ذیل میں اس پر مصطلحات تصوف کے ضمن میں تبصرہ کیا جاتا ہے۔

نفس ناطقہ[۲] کے مختلف منازل ہیں اور ہر ایک کے لئے شیوخ طریقت اس حال کے موافق ذکر تلقین فرماتے ہیں، اگر نفس ناطقہ کے اعتبار سے متابعت اسباق "سلسلہ قادریہ" کا جائزہ لیا جائے تو اس کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ صندلی، مولانا سید محمود المعروف بہ صندل باباجیؒ، خطبات صندلی، مقدمہ، ص ۲۸، غیر مطبوعہ۔

۲۔ نفس کی کمزوری یہ ہے کہ وہ شہوات اور لذات کے تابع ہو جائے اور نفس کا کمال یہ ہے کہ ان چیزوں کو اپنا تابع بنائے، قلب کے ساتھ حب، بغض، شجاعت اور بزدلی متعلق ہے اور عقل کا تعلق فہم اور ادراک کے ساتھ ہے۔ جب نفس حیوانی ان چیزوں پر قابو پا کر ترقی کرے تو اس کو نفس ناطقہ کہتے ہیں، پھر مقام کے اعتبار سے نفس کی تین قسمیں ہیں:

قوائے طبعیہ: اس کا مقام جگر ہے۔

قوائے حیوانیہ: اس کا مقام پارہ صنوبری ہے۔ بعض نے قلب ذکر کیا ہے۔

قوائے ادراکیہ: اس کا مقام دماغ ہے۔ (قادری، محمد عباس، تصوف، مکتبہ رحمن گل پشاور، ص ۱۷۵)

نفس ناطقہ کی اقسام:

کاکردگی اور تربیت کے لحاظ سے نفس ناطقہ کے مندرجہ ذیل اقسام ہیں۔

نفس امارہ، نفس لوامہ، نفس ملہمہ، نفس مطمئنہ، نفس راضیہ، نفس مرضیہ، نفس کاملہ۔

نفس امارہ:

اس نفس کا طبعی میلان جسم کی ضرورتوں کی تکمیل کی طرف ہوتا ہے، جو انسان کو جہل و شہوت اور لذت کی طرف رغبت دلاتا ہے یہی نفس اخلاق رذیلہ اور گناہ کا منبع ہے، قرآن کریم میں اس نفس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے"إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ"[۱] کینہ، حسد، بغض، نفاق، کبر، کفر وشرک، حرص وکذب، حرام غیبت، طمع، مکر وفریب، ریاء اس نفس کے رذائل میں سے ہیں۔ اس نفس پر اغیاروں کا اندھیرا ہوتا ہے یہ نفس خود بدی کرنے والا ہوتا ہے، اور نیکی سے روکنے والا ہوتا ہے، جب سالک اس مقام پر ہوتا ہے تو وہ اغیاری حجاب کی وجہ سے انوارات کو نہیں دیکھ سکتا اس نفس کا تعلق قلبِ منقبضہ[۲] سے ہے، یہ کافروں اور منافقوں اور فاسقوں کے قلوب کا مظہر ہے۔ مبتدی سالک کا یہی مقام اوّل ہے اس کا عالم شہادت ہے، محل اس کا سینہ ہے، حال اس کا میلان ہے اس کا وارد[۳] شریعت[۴] ہے اور یہ مقام ظلمت میں سے ہے یہاں کی خاص صفات میں جہل، بخل، حرص، بغض، تکبر غضب، شہوت، بدخو گپ بازی، اور غیر اللہ کے ساتھ مشغولی ہے اس نفس سے چھٹکارا پانے کے لیے اور اس کی تربیت وتہذیب کے لیے ضروری ہے کہ اس نفس پر شریعت پوری طرح نافذ کیا جائے، اور اگر نفس اس میں سستی کرتا ہے تو بطور علاج، کم بولنا، کم کھانا، کم سونا، کم اختلاط اور اعراض عن الخلق ہے، کامل ذکر وفکر اور رزق حلال میں مشغولی

۱۔ القرآن: سورۃ یوسف: ۵۳

۲۔ قلب منقبض وہ دل جس کی طرف اللہ تعالی نے اس آیت مبارکہ میں اشارہ کیا ہے: اذا ذکر اللہ وحدہ اشمازت قلوب الذین لایؤمنون بالآخرۃ واذا ذکر الذین من دونہ اذا ھم یستبشرون۔ (الزمر: ۴۵) ترجمہ: جب اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو بے ایمان لوگوں کے قلوب (منقبض ہوجاتے ہیں) کڑھنے لگتے ہیں، اور جب دوسروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو اچانک ہو خوشی سے کھل اٹھتے ہیں۔ تو یہاں پر قلب منقبضہ سے مراد یہی دل ہے۔

۳۔ وارد سالک کے وہ خواطر جو بغیر قصد اور ارادہ کے قلب میں محسوس ہوں۔ چاہے خوشی کے ہو یا غم کے۔
(صندلی، مولانا سید محمود المعروف بہ صندل باباجیؒ، خطبات صندلی، مجلس عصر، ص ۲۴۱)

۴۔ رب لم یزل کی عبودیت پر قائم رہنے کا نام شریعت ہے۔ (ایضاً حوالہ درجہ بالا ص ۳۳)۔

لازمی ہے اس کے ساتھ اس مقام میں ذکر سری وجہری ضرب کے ساتھ رجاء[۱] بلا ضربی ضروری ہے، تو اب نفس اللہ کے ساتھ مصروف ہوگا، اور جب اس تربیت وتہذیب پر کچھ وقت گزرے تو اور آہستہ آہستہ سالک کی طبیعت پر شریعت نافذ ہو جاتا ہے، تو نتیجہ کے طور پر سالک پر خوف ورجاء غالب آجائے گا، کبھی حالت خوف طاری ہوگا اور کبھی حالت رجاء، لیکن سالک شیخ کامل کے زیر ہدات ورجاء میں اوسط کا درجہ رکھے، قلب منقبضہ میں بہت سارے پردے ہیں پہلا پردہ سیاہ رنگ کا ہے اور یہی تمام خواہشات اور لذات نفسانی کا مرکز ہے بعض صوفیاء نے اس کا نام ناسوت بتایا ہے۔

جب نفس پر اس پردہ کی صفات غالب ہوتی ہے تو نفس ناطقہ میں کثافت پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے نفس[۲] روح[۳] کے قریب ہو جاتا ہے، قلب کی صفائی اور شریعت کو طبیعت بنانے کے لیے ضروری ہے کہ سالک ذکر نفی اثبات یعنی "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کثرت سے کرتا رہے تو اس کے دوام کے نتیجہ پر قلبی صفائی شروع ہو جاتی ہے اس قلبی صفائی کے نتیجہ میں نفس امارۃ میں نفس لوامہ کی صفات پیدا ہو جاتی ہے۔

نفس لوامۃ:

اس کا تعلق قلب منیب سے ہے، گناہگاروں اور فاسقوں کا یہی دل ہوتا ہے کبھی کبھی اعمال حسنہ بھی اس نفس کی صفات میں ہے، لیکن ابھی تک اس نفس کو پختگی نہیں ہوتی اس سے اب بھی برے اعمال صادر ہوتے ہیں، ذکر کی برکت سے اس کو جلدی ندامت ہوتی ہے اسی وجہ سے یہ گناہ کا ارتکاب بھی کرتا رہتا ہے، اور ساتھ ساتھ توبہ

۱۔ صوفیاء کی اصطلاح میں رجاء مستقبل میں آنے والی محبوب چیز کے ساتھ قلب کو وابستہ کرنے کا نام ہے۔ یا بالفاظ دیگر جلال کو جمال کی نظر سے دیکھنے کا نام رجاء ہے۔

(ایضاً حوالہ درجہ بالا، ص ۲۸۱)

۲۔ غیبی لطائف کے ذریعے سے دلوں کو راحت دینے کا نام نفس ہے۔ (الرسالۃ القشیریۃ، ص ۱۵۰)

۳۔ روح کے بارے میں صوفیاء کے ہاں بہت زیادہ اختلاف ہے تاہم خطبات صندلی سے عام فہم اور جامع تعریف ملاحظہ ہو۔ روح عبارت ہے اس لطیفے سے جس کے ذریعے بدن پالا جاتا ہے روح انسان کا اہم ترین جز ہے، روح امر ربی میں سے ہے، روح محرک جسم انسانی ہے۔ روح بدن سے جدا ہونے کی صورت میں تصرف وتدبیر کا تعلق ختم ہو جاتا ہے اسی جدائی کو موت سے تعبیر کرتے ہیں، جسم کے اعضاء رئیسہ کی طرح روح کے بھی اعضاء رئیسہ جس کی حیات اور صحت کا انحصار ان اعضاء رئیسہ کے صحیح استعمال اور درست فنکشن اور کارکردگی پر ہیں۔ اور وہ ماہرین کی طرف سے غذا، دوا اور پرہیز کی پابندی ہے۔ (صندلی، مولانا سید محمود المعروف بہ صندل باباجیؒ، خطبات صندلی، مجلس عصر، ص ۲۴۱)

کرتا رہتا ہے، قرآن کریم میں اسی نفس کا ذکر "وَلا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ" [۱] کی صورت میں موجود ہیں۔ جہاں تک اس نفس کی سیر عالم، وارد، صفات اور تربیت کا تعلق ہے تو کیفیت کے لحاظ سے اس کی سیر اللہ کی طرف ہوتی ہے، اس کا عالم برزخ ہے اس کا محل قلب ہے، اس کا وارد طریقت ہے اس کی چند صفات یہ ہیں اپنے آپ کو ملامت کرنا، بار بار توبہ کرنا، فکر، عجب، لوگوں پر اعتراض، ریاء خفی، محبت اور شہرت کا شوق وغیرہ ہے، یہ نفس حق اور باطل کے درمیان فرق جانتا ہے، مگر نفس اپنی خرابیوں کے باعث ان عیوب سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتا، اگرچہ یہ نفس مجاہدات اور ریاضات کو بھی پسند کرتا ہے اور اعمال صالحہ بھی کرتا رہتا ہے، لیکن اس کے ساتھ شہرت کا بھی شوقین ہوتا ہے جس کی وجہ سے سالک ریاء خفی کا شکار ہو جاتا ہے، اسی طرح اکثر حصول مقصد میں ناکام ہو جاتا ہے، اس مقام کے جو انوارت ہوتے ہیں وہ اسرار کے لیے حجاب بن جاتے ہیں۔ یہ مقام مقام ابرار ہے۔

اس کی تربیت، اصلاح اور ترقی اس طرح ہو سکتی ہے کہ اخلاق حسنہ کو ابھارا جائے اور اخلاق ذمیمہ کو دبایا جائے۔ اس درجہ میں سالک فاعل حقیقی کو جان جاتا ہے۔ اس نفس سے اکثر نیکیاں سرزد ہوتی ہے لیکن حاسدوں سے ابھی تک محفوظ نہیں ہوتا، یعنی حاسد اس کے خلاف سرگرم عمل ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس مقام پر فائز سالک کو لوگوں کے شر سے بچاتا ہے، یہاں پر ذکر کی مداومت اور مجاہدوں کی کثرت لازمی ہے جس سے راہ سلوک جلدی طے ہو جاتی ہے۔ اس مقام پر سالک حسب ہدایت مرشد کامل اپنی خوراک میں کمی کرے، اسمِ ذات کا ذکر جاری رکھے ہر وقت، ہر حالت اور ہر طریقے سے ذکر کی کثرت کریں، اختلاط کم رکھا کرے، اس مقام پر سالک کے دل پر اللہ کے لفظ کا ایک نقش بن جاتا ہے۔

ذکر اور درجہ ذیل ہدایات پر عمل کرنے سے یہ نفس عروج کرتا ہے۔ یعنی کم کھانا، کم بولنا، کم سونا، ذکر، فکر کی کثرت اور مال حرام سے بچنا۔ لیکن ایک بات یاد رکھنے کی ہے وہ یہ کہ مجاہدوں میں افراط و تفریط کی راہ اختیار کرنا درست نہیں بلکہ اعتدال سے کام لینا چاہیے۔ [۲]

اس مقام پر فائز سالک خطروں سے باہر نہیں، اس مقام کے یہ دو خطرات سالک کے لیے زہر قاتل ہیں۔

پہلا کبر یعنی اپنے آپ کو کامل سمجھنا۔

دوسرا یہ کہ عجب یعنی کہ اس سے بہتر عمل کوئی نہیں کر سکتا۔

۱۔ القرآن: القیٰمۃ: ۲

۲۔ (صندلی، مولانا سید محمود المعروف بہ صندل باباجیؒ، خطبات صندلی، خطاب مجاہدہ، غیر مطبوعہ، ص ۲۴۱)

تو ان صفات ذمیمہ سے بچنے کے لیے ہمیشہ سالک اپنے نفس پر نظر رکھے۔

مندرجہ بالا اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے بندہ مرشد کامل کی مکمل اطاعت اور پیروی کو ہر گز نہ چھوڑے تب مخلوق کے ڈر مکر اور دیگر قسم کے مضر اثرات سے چھٹکارا حاصل کیا جاتا ہے۔ اور جب نفس کی یہ تہذیب و تربیت مکمل ہو تو یہ نفس ملہمہ بن جاتا ہے۔

نفس ملہمہ:

یہ مقام ابرار ہے۔ یہاں پر نفس کو الہامات ہوتے ہیں اور انوار واسرار کی بارش شروع ہو جاتی ہے۔ لیکن کبھی یہی انوار واسرار مزید کمالات کی طرف ترقی کرنے میں حجابات بن جاتے ہیں۔ اس نفس کا تعلق قلب سلیم سے ہوتا ہے، صفات ذمیمہ سے پاک اور اخلاق حمیدہ کی طرف راجع ہوتا ہے۔ ذوق و شوق سے عبادت کرتا ہے، اس نفس کی سیر اس مقام پر حقیقت اللہ کو دیکھتا ہے، اس نفس کا عالم عالم ارواح، حال اس کا عشق اور اس کی ورد معرفت ہوتی ہے۔ اس مقام میں نفس میں سخاوت، قناعت، عاجزی، حلم و صبر و برداشت، صلہ رحمی، مخلوق پر مہربانی، لوگوں کے اعذار کی تسلیم، اللہ تعالیٰ کی عبادت سے ذوق و شوق، ذکر سے محبت، دین سے وابستگی، حقائق اور معارف سے باخبر رہنے کی جستجو جیسے فضائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہاں پر چونکہ سالک کے بشری خواص مکمل تربیت یافتہ نہیں ہوتے جس کی وجہ سے زوال کا امکان موجود رہتا ہے، لہٰذا شیخ کامل کی صحبت کے ساتھ ساتھ ذکر "**ھو**" پر مداومت ضروری ہے۔

اس قلب کا تعلق قلبِ شہید سے ہے۔ یہ شریعت میں کامل طریقت کا شہسوار، معرفت سے باخبر اور حقیقت سے آگاہ ہے، بعض صوفیاء اس نفس کو نفس قدوسیہ بھی کہتے ہیں۔

نفس مطمئنہ:

نفس ملہمہ کی صفائی کا ظہور مطمئنہ کی شکل میں ہوتا ہے، اس نفس کی سیر اللہ کی طرف ہے اس کا عالم حقیقتِ محبت محمدی ﷺ ہے، محل اس کا سر[۱] ہے حال اس کی سچی تسلی ہے، وارد اس کا اسرار شریعت ہے، اور اس کی

۱۔ صوفیاء کی اصطلاح میں سر وہ ہے جس پر تو جھانک کر نظر ڈال سکے۔ اور سر السر پر علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ صوفیاء کے مقتضائے اصول کے مطابق سر روح سے زیادہ لطیف ہے، اور روح قلب سے زیادہ اشرف ہے، اسرار چاہے آثاری ہو یا اظلالی اغیار کی غلامی اور گرفت سے آزاد ہوتے ہیں۔

اسی طرح لفظ سر کا اطلاق اس راز پر بھی ہوتا ہے جو سالک اور رب العلمین کے درمیان ہر حالت میں محفوظ اور چھپا ہوا ہوتا ہے۔
(الرسالۃ القشیریۃ، ص ۱۶۶)

کی صفات میں سخاوت، توکل، بردباری، عبادت، شکر، حیاء، رضاء بالقضاء، صبر علی المصائب، اور آداب کی پابندی ہے ۔یہاں پر سالک شریعت کے جمیع احکام پر مطمئن ہو جاتا ہے۔

ترقی کے لیے سالک اس مقام پر شریعت کی مکمل پابندی، مجاہدوں کی کثرت، عبادات کی ادائیگی، اشغال میں مشغولی، اور دائمی ذکر و فکر کرتا رہے، اس مقام کی سب سے بڑی خرابی حرص مال ہے، لہذا اس مقام میں سالک مال و دولت کو اپنے ہاتھ رکھے اور قلب کو اس سے بچائے۔ اس مقام میں سالک کس ذکر کی کثرت کرے اسکی تفصیل آگے ذکر ہو گی۔

نفس راضیہ:

اس نفس کا درجہ مطمئنہ سے اوپر ہے۔ اس نفس کی سیر عشق اللہ میں ہے، عالم اس کا لاہوت ہے، محل اس کا سر السر ہے، حال اس کا فناء[۱] ہے، اس نفس کا کوئی وارد نہیں ہے، اس نفس کی صفات میں جملہ صفات شرعیہ ہے، اس مقام پر شیخ کامل کی مکمل اطاعت لازمی ہے، اس مقام سے عروج کے لیے تمام شرعی احکامات اور آداب طریقت کی پابندی کے ساتھ ساتھ " اللہ ھو " کا ورد کرتا رہے تا کہ عروج نصیب ہو۔

نفس مرضیہ:

اس نفس کی سیر عالم غیب سے عالم ظاہر کو ہے، یعنی عالم ظاہر ہے، محل اس کا خفاء ہے، حال اس کا حیرانی ہے، وارد اس کا شریعت اور تمام حقی صفات کا پیدا ہونا ہے، یہ مرتبہ حق الیقین ہے، نیز مزید ترقی کے لیے ذکر " ھو اللہ " کی مداومت کریں۔

۱۔ صوفیاء کی اصطلاح میں فناء کا مطلب یہ ہے کہ سالک صفت نفس کو فناء کر دے، اور ہر قسم روکاوٹ کو ختم کر دے اور وارد ہونے والی حالت کے ذریعے آرام حاصل کرے۔

بقاء کا مطلب یہ ہے کہ بندے کا اسی حالت فناء میں باقی رہنا، اور پھر یہ فناء سالک کا اپنے افعال کو دیکھنے سے فناء ہوتی ہے اور یہ اپنے ہی افعال کے لئے ہوتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اسے اس حالت میں قائم رکھتا ہے۔

پھر بقاء کی حالت یہ ہوتی ہے کہ سالک اپنے افعال و اعمال کی رؤیت اور توجہ پر باقی رہتا ہے، کیونکہ اللہ اس کے لئے قائم ہوتا ہے، سالک اپنے اللہ کے لئے قیام اور اللہ کے ساتھ قیام سے پہلے اللہ کے لئے قائم ہوتا ہے۔(الطوسی، ابی النصر عبد اللہ بن علی السراج، کتاب اللمع فی تاریخ التصوف الاسلامی، ادارہ پیغام القرآن لاہور ۲۰۰۸ء، ص ۵۱۴)

نفس کاملہ:

اس کی سیر اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتا ہے اور عالم اس کا کثرت میں وحدت کا مشاہدہ کرتا ہے، محل اس کا اخفیٰ ہے، حال اس کا بقاء ہے، اس کا وارد تمام نفوس ہے، تمام صفات بشری کے ساتھ موجود ہے جو شریعت کی مکمل تابع ہے یہاں پر سالک ذکر تضرعی پر مداومت کریں۔[۱]

بعض مشائخ نے لکھاہے کہ آخری تین اقسام نفس مطمئنہ ہی کے عروجی اقسام ہیں لہٰذا ان میں صعود مقام ہوتا ہے، احوال ایک ہی جیسے رہتے ہیں۔[۲]

مراتب کے لحاظ سے چار عالم:

سلسلہ قادریہ کے اسباق میں بعض اذکار کا تعلق عالم سے ہوتا ہے اسی لیے ان کے اسماء بھی ان ہی کے ناموں سے منسوب ہیں۔

عالم ناسوت، عالم ملکوت، عالم جبروت، عالم لاہوت۔

مذکورہ بالا بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ قلب منقبضہ میں بہت سارے پردے ہیں، پہلا پردہ سیاہ ہے جو تمام خواہشات اور لذات کفر وشرک کا مرکز ہے اور بعض صوفیاء نے اس کا نام عالم ناسوت رکھا ہے، اس پردہ کی صفات جب غالب ہوجاتی ہے تو نفس ناطقہ میں کثافت پیدا ہوتی ہے، جس کی وجہ سے یہ نفس حیوانیہ کے قریب ہوجاتی ہے، اس وقت اس کا نام نفس امارۃ ہوتا ہے۔ اور جب ذکر " لَا " سے اس کی سیاہی دور ہوجاتی ہے، تو خواہشات نفسانی کمزور ہوجاتی ہے، اور نفس پاک ہوکر منزل ناسوت سے نکل جانے کے قابل ہوجاتی ہے اور اس طرح نفس امارۃ دور ہوجاتا ہے۔ اس کے بعد دوسرا پردہ صندلی رنگ کا ہے جب ذاکر سالک " اِلٰہ " کے ذکر پر مداومت کرتا ہے تو سالک پاک ہوجاتا ہے، جس سے اس کے قلب میں نورانیت پیدا ہوجاتی ہے، اور صفات ذمیمہ کمزور اور ختم ہوکر اخلاق حمیدہ کے تقاضے حاوی آجاتے ہیں اس وقت قلب کو قلب منیب کہتے ہیں۔ اور اب یہی نفس امارۃ سے لوامۃ بن جاتا ہے قلب اسی حالت کو عالم ملکوت بھی کہتے ہیں۔

اس کے بعد تیسرا پردہ سفید ہوتا ہے جب ذاکر " اِلا اللہ " کا ذکر کرتا ہے تو اس کا نفس مزکی ہوجاتا ہے اور اس حالت کی مناسبت سے منزل جبروت میں چلا جاتا ہے اور سالک عالم لطیف کے بہت قریب ہوجاتا ہے اس کا یہی

۱۔ گفتار طریقت، ص ۱۸۵-۱۹۰

۲۔ خطبات صندلی، ص ۳۴

نفس ملہمہ کہلاتا ہے،اس کے بعد قلب کے اوپر ایک پردہ ہوتا ہے جس کو منزل لاہوت کہتے ہیں،ذکر قلبی کی کثرت سے اب ذاکر کا قلب نور بن جاتا ہے اور یہی قلب نفس ملہمہ کی شکل میں نمودار ہو جاتا ہے،اپنے مزکی ہونے کی وجہ سے اب مقام لاہوت سے مناسبت ہوتی ہے۔انسان کی تکمیل ایک روح سے ہے جو انسانی قالب میں محل خیر ہے ،دوسرا نفس ہے جو محل شر ہے اور تیسرا جسم جو ان دونوں کے لیے بمنزلہ آلہ کے ہے روح کی صفت عقل ہے نفس کی صفت خواہش وارادہ ہے اور جسم کی صفت حس ہے۔[1]

مزید یہ کہ عالم ناسوت عالم حیوانات ہے۔ اسکے افعال حواس خمسہ میں سے صادر ہوتے ہیں جیسے کھانا،پینا،سونا،سونگھنا،دیکھنا،سننا۔جب سالک ریاضت اور مجاہدات سے اس عالم کو طے کرتا ہے،تو عالم ملکوت کی راہ پر گامزن ہوتا ہے یعنی عالم ملکوت میں داخل ہوتا ہے۔یہ عالم فرشتوں کا عالم ہے اسکے افعال میں تسبیح،تہلیل،تقدیس تحمید،قیام،رکوع اور سجود ہے۔جب سالک اس عالم سے گزرتا ہے تو عالم جبروت میں داخل ہوتا ہے،عالم جبروت عالم روح ہے اس کے افعال اخلاق اور صفات حمیدہ کی تلاش ہے جیسے ذوق شوق طلب،فکر وغیرہ۔جب یہ منازل طے کئے جاتے ہیں،تو عالم لاہوت میں پہنچتا ہے جو بے نشان ہے اس وقت اپنے آپ سے قطع تعلق کرتا ہے،جس کو بعض صوفیہ مقام فناء سے بھی تعبیر کرتے ہیں اسی کو لامکان بھی کہتے ہیں،یہاں پر نہ گفتگو ہے اور نہ جستجو، صوفیاء کے نزدیک ارشاد باری تعالی "وَأَنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الْمُنتَهَىٰ"[2] سے یہی درجہ مراد ہے۔عالم ناسوت نفس کی صفت ہے۔عالم ملکوت ولی کی صفت ہے۔عالم جبروت روح کی صفت ہے،اور عالم لاہوت اللہ کی صفت ہے،ہر ایک میں اس کے مناسب حال و مقام ایک خاص صفت موجود ہے۔نفس اس جہاں کی طرف مائل ہوتا ہے جو شیطان کا مقام ہے۔لیکن دل بہشت اور نعم کی طرف مائل ہوتا ہے روح پوشیدہ اسرار کی طرف مائل ہوتی ہے،جو نفس کی متابعت کرتا ہے وہ دوزخ میں جاتا ہے جو دل کا تابع ہوتا ہے وہ جنت حاصل کرتا ہے۔روح کی متابعت سے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے۔[3]

۱۔گفتار طریقت،ص۱۸۹

۲۔النجم:۴۲

۳۔دہلوی،حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ،مفتاح العاشقین۔ملفوظات۔مجلس۳،اکبر بک سیلرز لاہور ۲۰۰۵ء،ص۱۰،/ الحنفی،مولانا میاں فقیر اللہ بن عبد الرحمن،قطب الارشاد،مکتبہ قاسمیہ کوئٹہ،ص۵۴۹

متابعتِ اسباق "سلسلہ قادریہ" کا ایک طریقہ تو پہلے ذکر کیا گیا اب تفصیلی طور پر سہل انداز میں " سلسلہ قادریہ غفوریہ " کے اسباق واوراد کا تتابع پیش کیا جارہا ہے:

متابعتِ اسباق سلسلہ قادریہ محمودیہ:

ائمہ طریقت اور راہ معرفت کے نزدیک جو طریقہ قادریہ غفوریہ منقول ہے اس کے مطابق تلقین اور متابعت اسباق کا طریقہ کچھ اس طرح ہے:

کہ سالک چونکہ شروع شروع میں نفس امارہ بالسوء کے مقام ومرتبہ میں ہوتا ہے۔(یعنی اس کا نفس اس کو برائی پر اکساتا ہے) اس لئے یہ حضرات "لَآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ" کا سبق جسے نفی اثبات کا ذکر کہتے ہیں کو مقدم رکھتے ہیں باقی اسباق پر کیونکہ نفی اثبات کا ذکر جب پابندی سے کیا جائے اور اس کے معنی کو ملحوظ رکھ کر کیا جائے تو اس کی بدولت بری خصلتوں اور غلط کاموں سے نفس کی صفائی آجاتی ہے، نیز اسلامی عقائد کی پختگی اور اچھی صفات یعنی پسندیدہ اخلاق اپنائے جاسکتے ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ جیسا کہ شرعی اصول کے مطابق "لَآاِلٰہَ" سے مراد باطل معبودوں کو باطل کرنا ہے اور "اِلَّااللّٰہُ " سے ایک ہی معبود برحق جو کہ اللہ تعالی ہے کو ثابت کرنا ہے تو اسی طرح طریقت کے قانون کے مطابق نفی یعنی "لَآاِلٰہَ" سے باطل خداؤں کے تقاضوں کی نفی ہوتی ہے جو سالک کے اندر پائے جاتے ہیں اور وہ ہیں صفات ذمیمہ، جو غلط خواہشات کے تقاضے ہیں جس کی طرف اس آیت کریمہ میں اشارہ پایا جاتا ہے:

"أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوَاهُ"[۱] سو کیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے یعنی جو جی میں آتا ہے علماً وعملاً اس کا اتباع کرتا ہے مطلب یہ ہے کہ وہ بجائے قانون شریعت کے اپنی خواہشات کے تقاضے پر چلتا ہے، جبکہ اثبات یعنی اِلَّااللّٰہُ سے سالک کے نفس میں ان صفات کا حصول ہوتا ہے جو اللہ عزوجل کی مرضی کے مطابق ہے۔

پھر یہی پسندیدہ صفات جو دراصل ذکر اِلَّااللّٰہُ کے ثمرات ونتائج ہیں یہ مبدا وپیش خیمہ ہیں انوار الٰہیہ وتجلیات ربانیہ کے، اس ذکر کو ذکر ناسوتی کہتے ہیں کیونکہ ناسوت عالم مشاہد کو کہتے ہیں اور صوفیائے کرام کی اصطلاح میں صفات ذمیمہ بری عادتوں اور مذموم خصلتوں کو کہتے ہیں، جو دراصل غلط خواہشات کے تقاضے ہیں، یہ عالم مشاہد سے متعلق ہیں۔ چونکہ نفی اثبات کے ذکر ان مذموم صفات کا ازالہ ہوتا ہے اس لیے اس ذکر کو ذکر ناسوتی کہتے ہیں، کہ یہ

۱۔ الجاثیۃ:۲۳

ان مذموم صفات کا مزیل (صفایا کرنے والا) ہے، پھر جب تسلسل سے اس ذکر پر مداومت و ہیشگی اختیار کی جائے تو نفس نفس امارہ بالسوء کے مرتبے سے نکل کر نفس لوامہ کے مقام پر جا پہنچتا ہے۔

نفس لوامہ برائی پر ڈانٹنے اور ملامت کرنے والا نفس کا مقام ہے، جس میں پہنچ کر سالک منہیات (جس سے شریعت نے منع کیا ہے) سے گریز واجتناب کرتا ہے، اور ماموارت (جن کا شریعت نے حکم دیا ہے) کی پابندی کرتا ہے، تاہم کبھی کھبار اگر اس سے گناہ صادر ہو جائے تو وہ خود کو ملامت کرتا ہے یہ (خوبی) ندامت کی علامت ہے اور ندامت توبہ کا رکن بلکہ جڑ ہے۔ اس کے بعد پھر مرشد سالک کو خالص ذکر اثبات جو "اِلَّا اللّٰہُ" کا ذکر ہے کی تلقین کرتا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ ذکر کرنے والا پہلی بار پورا "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ" ایک دفعہ پڑھ لے، پھر سو مرتبہ صرف "اِلَّا اللّٰہُ" بطور تاکید پڑھ کر سوویں مرتبہ پڑھنے کے ساتھ "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" ملا کر پڑھے جیسا کہ یہی طریقہ پہلے سبق ذکر ناسوتی کا بھی ہے۔

پھر جب سالک ذکر "اِلَّا اللّٰہُ " پر دوام و ہیشگی اختیار کرتا ہے تو اس کے نتیجے میں صفات محمودہ نصیب ہوتی ہیں اوصفات مذمومہ کا صدور شاذ و نادر ہی ہوتا ہے اس لیے عمومی اعتبار سے ملائک سے مشابہت حاصل ہو جاتی ہے اس بنا پر اس ذکر کو ذکر ملکوتی کہتے ہیں۔

تاہم اس مقام پر کبھی کبھار بُرے کام بھی سرزد ہو جاتے ہیں اس لئے مرشد سالک کو اسم ذات کے ذکر کی تلقین کرتا ہے جو اسم "اللّٰہُ "ہیں کیونکہ اللہ نام ہے اس ذات مشخصہ کا جو بطور لزوم تمام صفات کمال سے متصف ہیں اور تمام مذموم اوصاف اور سارے نقصانات سے پاک ہیں اسی طرح وہ پاک ہے تغیر، تبدیلی، امکان اور حدوث سے چونکہ صفات میں کمال لازم ہے اللہ تعالی کے لیے اور تمام مذموم اوصاف اور قبیح افعال کی نفی و پاکی بھی لازم ہے اس لیے جب سالک اس ذکر کو ہمیشہ پابندی سے کرتا ہے تو ایک گونہ لزوم کے ساتھ اس کے ساتھ بھی صفات کمالیہ اور افعال حمیدہ یعنی پسندیدہ اور اچھے کام لازم ہو جاتے ہیں، اسی طرح بری خصلتوں اور غلط کاموں سے پاکی اور نفی بھی لازم ہو جاتی ہے اس ذکر کو ذکر جبروتی کہتے ہیں کیونکہ جبروت اللہ تعالی کی صفات فعلیہ قویہ کو کہا جاتا ہے (یعنی وہ صفاتِ عظیمہ جن سے بڑے بڑے کام صادر اور سرزد ہوتے ہیں) اور اسم ذات (جو کہ لفظ اللہ ہے) کے ذکر میں بھی ان صفات کی طرف اشارہ موجود ہیں، اس ذکر کی مداومت اور ہیشگی سے سالک کے نفس میں اس بات کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالی اس پر انوارات و تجلیات کا فیضان شروع فرمادیں۔

اس درجہ میں نفس کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے الہامات ہونا شروع ہو جاتے ہیں، اس بناء پر اس مقام میں نفس کو نفس ملہمہ کہتے ہیں (یعنی وہ نفس جس کو الہام ہوتا ہے) اور چونکہ ابلیس انسان کا اصلی دشمن ہے اس موقع پر وہ سالک کے دل میں وسوسے ڈالنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے، پس اگر سالک علوم شرعیہ کا عالم ہو اور وہ اس مقام پر اپنے علم کی طرف یا اگر مرشد بقید حیات ہو تو اس کی طرف رجوع کرلے اور مرشد کا قرب حاصل کرنے کی غرض سے کثرت سے مراجعت کرتا رہے تو بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کو شیطانی تلبیسات سے محفوظ رکھے۔

بہرحال یہ مقام بڑا خطرناک ہے اس مقام میں سالک کو انتہائی محتاط رہنے کی اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا ہمہ تن منتظر رہنے کی اشد ضرورت ہے، اس مقام پر مرشد سالک کو وسوسوں سے مؤثر طور پر نمٹنے اور بچنے کے لیے اور قانون شریعت پر استقامت کے ساتھ پوری طرح چلنے کی خاطر اسمِ ذات مجردہ کے ذکر کی تلقین کرتا ہے جو اسم " ھُو " ہے، اور جو تعبیر اور نام ہے اس ازلی و ابدی ذات حق کا جسے فقط من حیث الذات یعنی صفات کی نفی و اثبات کو ملحوظ کئے بغیر کیا جائے، گو کہ دراصل صفات کی علیحدگی ذات سے نہیں ہو سکتی تاہم وہ صفات لحاظ میں ذات کے ساتھ شامل نہ ہوں۔

اس ذکر کی کثرت سے سالک نفس مطمئنہ کے مرتبہ میں داخل ہوتا ہے، جیسا کہ قرآن مجید کی ایک آیت میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے، "أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ"[۱] "خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دلوں کو کو اطمینان ہوتا ہے" اس ذکر کو ذکر لاہوتی کہتے ہیں کیونکہ لاہوت اللہ تعالیٰ کی ذات محضہ سے عبارت ہے، اور " ھُو " بھی محض ذات سے تعبیر ہے۔

اس کے بعد اگرچہ سالک کو نفس مطمئنہ کا مقام تو مل جاتا ہے لیکن طبیعت بعض مصیبتوں اور امراض کو گوارہ نہیں کرتی بلکہ اسے صحت و عافیت اور خوشی کی پوری چاہت ہوتی ہے، اس لیے مرشد سالک کو " اللہ ھَو " کا ذکر بتلاتا ہے، اس کر کو ذکر صعودی کہا جاتا ہے، کیونکہ اس میں صعود و ترقی (چڑھنا) ہے ذات وحدانی بمعہ لحاظ کثرت صفات سے، محض ذات مجردہ کے لحاظ کی طرف یعنی یہ سلوک و سفر صرف ملاحظہ کی حد تک ہے ورنہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ صفات ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غیر منفک ہے، پس جب سالک اس ذکر پر مداومت و ہمیشگی سے عمل پیرا رہے تو یہ ان امراض اور تکلیفات کو جو دراصل رب العٰلمین کی جانب سے اس کے رفع درجات کے لیے تھیں، بشرطیکہ ان پر صبر نصیب ہو اپنے نفس کی ترقی کا ذریعہ سمجھ کر رب العالمین سے راضی ہو جاتا

ا۔ الرعد:۲۸

ہے، جیسے صحت و تندرستی اور خوشی کے دیگر اسباب پر خوش ہوتا ہے اور اس پر شکر ادا کرنے لگتا ہے اور یہی مطلب ہے رضیت باللہ ربا کا، اسی بناء پر اس مقام میں نفس کو نفس راضیہ کہتے ہیں۔

تو چونکہ یہ سالک اللہ تعالیٰ سے تمام احوال پر خوش ہو جاتا ہے اس لیے مرشد سالک کو " ھو اللہ " کے ذکر کی تلقین کرتا ہے اس ذکر کو ذکر نزولی کہا جاتا ہے، کیونکہ اس ذکر میں نزول یعنی اترنا ہے، محض ذات وحدانی کے لحاظ سے ذات وحدانی بمعہ ملاحظہ صفات کے لحاظ کی طرف، اور اس تلقین کی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ جب یہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو جاتا ہے تو اس کی بدولت اللہ تعالیٰ بھی اس سے مکمل طور پر راضی ہو جاتا ہے، اور اس ذکر سے سالک اللہ تعالیٰ کا مرضیٰ (پسندیدہ) بن جاتا ہے۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ اس سے کامل راضی ہو جاتا ہے تو اس وجہ سے نفس درجہ نفس راضیہ سے مرتبہ نفس مرضیہ میں داخل ہو جاتا ہے، جیسا کہ اس آیت کریمہ میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے " يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ * ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً"[۱] "اے وہ جی جس نے چین پکڑ لیا پھر چل اپنے رب کی طرف تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی"۔

پھر اس کے بعد مرشد سالک کو '*انت الھادی انت الحق لیس الھادی* الاھو" کے ذکر کی تلقین کرتا ہے پھر اس ذکر پر مداومت و ہمیشگی کی بدولت سالک کا نفس حال کے مرتبے سے نکل کر مرتبہ مقام تک جا پہنچتا ہے اور جب نفس نفس مرضیہ کے مرتبہ میں '*انت الھادی انت الحق لیس الھادی* الّاھو" کے ذکر کی بدولت مزید ترقی کرتا ہے تو وہ نفس کاملہ بن جاتا ہے اور جب یہ حالت ملکہ راسخہ (پختہ وصف) بن جائے تو پھر نفس مکملہ بن جاتا ہے اور اس کے ساتھ وہ درجہ ارشاد تک جا پہنچتا ہے اور پھر دیگر مخلوق کو ارشاد (کا سامان) اور اس کی تربیت کرتا ہے۔

اور اس ذکر کو ذکر تفویضی کہتے ہیں کیونکہ سالک اس ذکر سے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہے نہ کہ اپنے عمل کے جو اس کی کثرت اذکار ہے۔ اسی طرح اس ذکر کو ذکر تضرعی بھی کہا جاتا ہے کیونکہ سالک یہاں انتہائی عجز و ندامت کے ساتھ ساتھ خوب روئے یا کم از کم رونے کی شکل بنائے۔[۲]

اس کے بعد ذکر وسیلہ ہے جو درود شریف ہے کیونکہ درود شریف سابقہ اذکار کی مقبولیت کا وسیلہ (ذریعہ) ہے

۱۔ الفجر: ۲۷

۲۔ صندلی، مولانا سید محمود المعروف بہ صندل باباجیؒ، خطبات صندلی، خطاب بعد نماز عصر، غیر مطبوعہ، ص ۱۵۸

اور دسواں سبق "اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ" ہے پس "اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ" میں گذشتہ گناہوں کی طلبِ مغفرت ہے جبکہ "اَتُوْبُ اِلَیْہِ" میں آئندہ گناہوں سے رجوع ہے، اس سبق میں اختیار ہے کہ چاہے تو باقی اسباق سے پہلے پڑھ لے یا بعد میں۔[۱]

حضرت صندل باباجیؒ کا طریقہ اسباق سلسلہ قادریہ درجہ ذیل ہیں، انہوں نے استغفار اور درود قادری کو شروع میں رکھا اور باقی اسباق واوراد درجہ بالا طریقے پر ہے، جس کا تفصیلی تذکرہ کیا گیا۔ فرمایا: کہ تخلیہ مقدم ہے تخلیہ پر اس لیے استغفار کو ہم پہلے رکھتے ہیں تا کہ پہلے انسان کی باطنی صفائی ہو جائے اور پھر بعد میں اخلاق اور صفات حسنہ سے تزیین شروع ہو۔

اسباق طریقہ قادریہ محمودیہ:

1۔ استغفار: "اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ"

2۔ درود قادری: "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وعِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ معلومٍ لَّکَ"

3۔ نفی واثبات: "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" (ذکر ناسوتی)

4۔ مجرد اثبات: "اِلَّا اللّٰہُ" (ذکر ملکوتی)

5۔ مراقبہ قلبی: " اَللّٰہُ" (ذکر قلبی، تصوری، فکری، نفسی)

6۔ اسم ذات زبانی: " اَللّٰہُ" (ذکر جبروتی)

7۔ اسم ذات زبانی: (ذکر لاہوتی)

8۔ اسم ذات زبانی: " اللہ ھُو " (مرکب مرتب، ذکر عروجی)

9۔ اسم ذات زبانی: " ھُواللہ" (مرکب غیر مرتب، ذکر تنزلی)

10۔ ذکر تضرعی: "اَنت الھادی انت الحق لیس الھادی الّاھو"

11۔ واسطہ (تصور شیخ) ارشاد فرمودہ حضرت صندل باباجیؒ[۲]

۱۔ مولانا خان بہادر مارتونگ باباؒ، ارشاد السلوک، شعبہ نشر مدرسہ اسماء للبنات گارڈن ویسٹ کراچی، ص ۵۶-۶۱

۲۔ صندلی، مولانا سید محمود صندلی المعروف صندل باباجیؒ، تحفہ صندلیہ، مکتبہ عرفان لاہور ۲۰۰۴ء، ص ۲۷۔

خلاصہ یہ کہ تصوف کا مقصود اصلی اخلاق اور اعمال کی درستگی ہے جس کے لیے سالک شیخ کو اپنا نگران تسلیم کرلیتا ہے اور شیخ اس کو اپنا سمجھ کر اپنی تعلیم اور دعا سے اس کی مدد کا قصد کرتا ہے۔اور تزکیہ قلب کے لئے جس ورد کی ضرورت ہو بطور علاج وہ تلقین فرماتا ہے۔ یہی چیز مشائخ کے ہاں بتواتر رائج ہے۔ تمام سلاسل اخلاق فاضلہ کی تکمیل پر زور دیتے ہیں،اور اس مطلوب کو حاصل کرنے کے لئے مزاج اور طبائع کے اختلاف کی وجہ سے مختلف طریقے اور متعدد ذرائع اختیار کئے جاتے ہیں، سلسلہ قادریہ کے اسباق اور پھر خاص طور پر اس کی متابعت بھی نفس امارہ سے نفس مطمئنہ تک روحانی سفر طے کرنے کا ایک وسیلہ ہے۔

اصطلاحات تصوف ایک بڑے ادبی ذخیرے کی نمائندگی کرتی ہے، درحقیقت یہی منفرد تعبیرات ادب کے میدان میں صوفیاء کرام کے مذہب کی ترجمانی کرتی ہیں۔ایک توان اصطلاحات کو اپنے مفاہیم میں استعمال کرنے سے اختصار مطلوب ہوتا ہے،اوردوسرا یہ کہ سالک کے لئے تزکیہ کے مراحل ومدارج سمجھنے میں آسانی ہو۔صوفیاء کرام کے ان اصطلاحات میں بعض کا تو صراحتاً قرآن وحدیث میں تذکرہ موجود ہے،اور بعض اصطلاحات معنوی اعتبار سے قرآنی ہے،اسی طرح عام لغت سے بھی بعض اصطلاحات کا منقول ہونا ثابت ہے۔لہذا معلوم ہوا کہ یہ محض اپنی طرف سے من گھڑت تعبیرات نہیں بلکہ اس کا ماخذ قرآن وحدیث ہے۔